محمد الیاس خان

بحیرۂ کیسپین: عالمی طاقتوں کے اقتصادی مفادات کی رزم گاہ

تعارف

بحیرہ کیسپین قازقستان، ترکمنستان، ایران، آذربائیجان اور روس کے درمیان واقع ہے۔ زمانہ قدیم میں بحیرہ کے شمالی سواحل پر آباد قبائل کو خزر جبکہ بحیرہ کے جنوبی سواحل پر آباد قبائل کو کیسپ (Casp) کہا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پانی کے اس بہت بڑے ذخیرے کو بحیرہ کیسپین اور بحیرہ خزر دونوں ناموں سے پکارا جاتا ہے(۱)۔

بحیرہ کیسپین کی سطح آب کا مجموعی رقبہ تین لاکھ ستر ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ یہ کرہ ارض پر خشکی میں گھرا ہوا سب سے بڑا آبی ذخیرہ ہے جو اپنے جغرافیائی حجم کے اعتبار سے جاپان کے مساوی ہے۔ بحیرہ کیسپین کی لمبائی شمالاً جنوباً ۱۲۰۰ کلو میٹر (۷۸۰ میل) ہے۔ بحیرہ کی اوسط چوڑائی ۳۲۰ کلومیٹر (۲۰۰ میل) ہے۔ یہ سطح سمندر سے ۹۳۶۵ فٹ نیچے واقع ہے(۲)۔ بحیرہ کیسپین کے وسطی اور جنوبی حصوں کی گہرائی بالعموم سو میٹر تک ہے(۳)۔ جنوب کی جانب اس کی زیادہ سے زیادہ گہرائی ۳۳۶۰ فٹ ہے(۴)۔ دنیا کی تمام جھیلوں کے مجموعی آبی ذخیرے کا ۴۰ فیصد پانی اس بحیرہ میں پایا جاتا ہے۔ کھلے سمندروں کی نسبت بحیرہ کیسپین میں جانداروں کی بہت کم انواع پائی جاتی ہیں۔ تاہم بحیرہ کی آب و ہوا متعدد جانوروں اور زیرِ آب پودوں کی افزائش کے لیے موزوں ہے۔ کھلے سمندروں سے دوری کے باعث بحیرہ کیسپین کو اپنے داخلی ماحول کے سبب مخصوص نوعیت کے جانوروں اور پودوں کے لیے محفوظ پناہ گاہ تصور کیا جاتا ہے(۵)۔

ماضی میں اس بحیرہ نے سواحل پر آباد قبائل کی غذائی اور اقتصادی ضروریات پوری کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ موجودہ دور میں بحیرہ سے ماہی گیری کے نتیجے میں حاصل ہونے والی آمدنی کا تخمینہ چھ بلین ڈالر (سالانہ) لگایا گیا ہے۔

بحیرہ میں موجود وسائل توانائی

بحیرہ میں موجود آبی حیات اور خصوصاً سٹرجن (sturgeon) **مچھلی** کی چھ اقسام اور دیگر نایاب سمندری پودوں کے علاوہ ہائیڈرو کاربن کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ دنیا کے تمام سمندروں میں پائی

جانے والی سٹرجن مچھلی کا ۸۵ فیصد بحیرہ کیسپین میں ہے۔ حال ہی میں خلیج فارس اور سائبیریا کے بعد یہاں تیل کے تیسرے بڑے ذخائر کی موجودگی کے ٹھوس شواہد ملے ہیں(۶)۔ اس سے قبل بحیرہ کیسپین کے سواحل میں تیل کے قابل اخراج ذخائر کا اندازہ ۲۸ سے ۴۰ بلین بیرل سے زیادہ لگایا گیا تھا تاہم تازہ ترین اندازوں کے مطابق بحیرہ کیسپین کی تہہ اور اس کے سواحل میں متوقع طور پر دوسو بلین بیرل تیل کے ذخائر موجود ہیں(۷)۔ اب تک ہائیڈروکاربن کے اخراج کے لیے بحیرہ میں زیادہ سے زیادہ ۲۰۰ میٹر تک کھدائی کی گئی ہے۔ اس سے زیادہ کھدائی کے لئے جدید ٹیکنالوجی کی ضرورت ہے' توقع ہے کہ زیادہ گہری کھدائی جیسے مسائل پر جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کے ذریعے جلد قابو پالیا جائے گا۔ روس نے زیادہ گہرائی تک کھدائی کے نتیجے میں تیل اور گیس کے متوقع زائد ذخائر کا پتہ چلانے کے لئے بحیرہ میں نیم گشتی(sami floating) پلیٹ فارم تعمیر کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ روسیوں کا نو تعمیر کردہ شیلف -۷ پلیٹ فارم ۳۵۰ میٹر کی گہرائی تک کھدائی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جبکہ ۴۵۰ میٹر گہرائی تک کھدائی کرنے کی صلاحیت کے حامل شیلف -۹ پلیٹ فارم کی ڈیزائننگ کا کام بھی شروع کردیا گیا ہے۔ ان پلیٹ فارموں کی تعمیر کی تکمیل کے بعد امید کی جاسکتی ہے کہ لمبے عرصے تک خطے میں تیل اور گیس کی تلاش کی ضروریات پوری کی جاسکیں گی۔ زیادہ گہرائی تک کھدائی کے ذرائع کی تعمیر اور اس کے لئے درکار ٹیکنالوجی کا حصول ۳۵ سے ۴۰ بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کا متقاضی ہوگا(۸)۔

وسائل توانائی اور کشمکش

بحیرہ کیسپین کے سواحل اور اس کی تہہ میں تیل اور گیس کی بہت بڑی مقدار کی موجودگی اور سوویت یونین کے انہدام کے بعد اس کے سواحل پر آزاد ممالک کے ظہور کے بعد سے یہ خطہ عالمی توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔ ان ذخائر کی بہت بڑی مقدار آذربائیجان' قازقستان اور ترکمنستان کے سواحل میں موجود ہے۔ ماورائے قفقاز اور وسطی ایشیا میں موجود ان ذخائر اور وسائل توانائی کے اخراج اور استعمال پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے روس' آذربائیجان (تیل پیدا کرنے والا بڑا علاقائی ملک) اور مغربی و امریکی تیل کمپنیوں کے لبادہ میں دراصل مغربی ممالک و امریکہ زبردست تگ و دو میں مصروف ہیں۔ ماورائے قفقاز اور وسطی ایشیا کے سیاسی مستقبل کی صورت گری میں یہ "دوڑ" اور کشمکش بڑی حد تک کردار ادا کرے گی۔ ستمبر ۱۹۹۴ء میں آذربائیجان نے مغربی تیل کمپنیوں کے ایک کنسورشیم کے ساتھ "بحیرۂ کیسپین کے آذربائیجانی سیکٹر" میں تیل اور

گیس تلاش، اخراج اور تیل و گیس کے تین فیلڈز کو ترقی دینے کے لیے ۷.۴ بلین ڈالر کے ایک سمجھوتے پر دستخط کیے۔ اس سمجھوتے کی میعاد تیس سال ہے اور اس کی رو سے اندازاً ۵۱۰ بلین ٹن تیل آذری آئل فیلڈز سے نکالا جائے گا۔ جس میں آذربائیجان کا حصہ ۲۵۳ ملین ٹن ہو گا۔ مذکورہ کنسورشیم میں آذربائیجان کی سرکاری تیل کمپنی کے علاوہ برٹش پٹرولیم، (BP)، آمکو (Amco)، لک آئل (Luk oil)، میکڈرموٹ (Mcdermott)، پنس آئل اینڈ ریمکو (Penns Oil and Remco)، ترکش سٹیٹ آئل کمپنی (State Oil)، یونوکال (Unocal)، اور اکسکون (Exxon) شامل ہیں۔ ان تین فیلڈز میں گیونشلی، آذری اور چیراج فیلڈز شامل ہیں۔ اس سمجھوتے کو "صدی کا سمجھوتہ" (The Contract of the Century) بھی کہا گیا۔

آذربائیجان- کنسورشیم سمجھوتہ
(صدی کا سمجھوتہ)

- تیس سال کے دوران ۵۱۰ ٹن تیل نکالا جائے گا
- ۲۵۲ ٹن آذربائیجان کا حصہ، ۲۵۸ ٹن کنسورشیم کا حصہ
- آذربائیجان کو حاصل ہونے والا متوقع زرمبادلہ: ۲۲ بلین ڈالر

تین آئل فیلڈز

(۱) گیونشلی فیلڈ
(۲) آذری فیلڈ
(۳) چیراج فیلڈ

آذربائیجان

- رقبہ: ۸۶۶۰۰ مربع کلومیٹر • آبادی: ۷.۵ ملین افراد
- مجموعی داخلی پیداوار: ۱۰.۲ بلین روبل (۱۹۹۱ اندازاً)

(بحیرہ کی تقسیم کے متوقع فارمولوں کی رو سے بعض آذری آئل فیلڈ اس کے حصے کے علاقے سے باہر واقع ہیں۔)

دوسری طرف قازقستان نے بھی متعدد مغربی تیل اور گیس کمپنیوں کے ساتھ کراچاگانگ اور تنگیز آئل فیلڈز کو ترقی دینے اور ان سے تیل و گیس کے اخراج کے لئے سمجھوتوں پر دستخط کئے ہیں(۹)۔

آذربائیجان اور قازقستان کی طرف سے مغربی تیل کمپنیوں کے ساتھ کیسپین کے سواحل اور اس کی تہہ سے تیل کے اخراج کے ان سمجھوتوں پر روس نے زبردست ردعمل کا اظہار کیا۔

روسیوں کے مطابق بحیرہ کیسپین ساحلی ممالک کی مشترکہ ملکیت ہے اور اس میں "آذربائیجانی سکیٹر" اور "قازق سکیٹر" کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس سلسلے میں روسی وزارت خارجہ نے برطانوی حکومت سے شدید احتجاج کیا۔ برطانوی حکومت کے نام خط میں روسیوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ بحیرہ کیسپین کے ایک مشترک ذخیرہ آب ہونے کی بنا پر اس کی تہہ اور سواحل میں تیل اور گیس کے اخراج سے متعلق کسی بھی سمجھوتے کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس قسم کے سمجھوتے ماسکو (اور دیگر ساحلی ممالک کے دارالحکومتوں) کی منظوری سے طے پائیں(۱۰)۔

اس سلسلے میں تہران کا موقف بھی ماسکو سے ہم آہنگی کا حامل تھا۔ ایران کے نائب وزیرخارجہ محمود واعظی نے اس موقع پر کہا "ہمیں یقین ہے کہ جب تک بحیرہ کی قانونی حیثیت کا تصفیہ نہیں ہوتا مذکورہ کنسورشیم یا دیگر مغربی تیل کمپنیوں کی طرف سے ساحلی ممالک کے ساتھ اس قسم کے سمجھوتوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی"(۱۱)۔ آذربائیجان کنسورشیم(AIOC) میں امریکی تیل کمپنیاں مجموعی طور پر تقریباً چوالیس فیصد حصص کی مالک ہیں۔ روس کی لک آئل (luk Oil) دس فیصد حصص کی مالک ہے۔ آذربائیجان کی قومی تیل کمپنی بیس فیصد' برٹش پٹرولیم ۱۷ فیصد' ناروے کی نیشنل آئل کمپنی ۸،۵ فیصد' اکسکون Exxon (امریکی کمپنی) پانچ فیصد اور ترکش سٹیٹ آئل کمپنی پانچ فیصد حصص کی مالک ہیں۔ واضح رہے کہ مؤخر الذکر دوکمپنیوں کو دیے جانے والے دس فیصد حصص دراصل ایران کو دیے جانے تھے لیکن آذریوں نے واشنگٹن کے دباؤ پر ایران کے لئے مخصوص یہ دس فیصد حصص بھی امریکی کمپنیExxon اور ترکش سٹیٹ آئل کمپنی کو دے دیے(۱۲)۔

۱۲ نومبر ۱۹۹۷ء کو عالمی منڈیوں تک آذری تیل کی ترسیل کا باقاعدہ افتتاح کیا گیا۔ آذربائیجان کی قومی تیل کمپنی کے سربراہ ناطق علییف نے آذربائیجان - روس سرحد پر شیروانوفکا نامی دیہات کے قریب ہینڈل کھینچ کر آذربائیجان سے شمال کی طرف بحیرہ اسود کی روسی بندرگاہ نوروسیسک تک سینکڑوں میل لمبی پائپ لائن میں آذری تیل چھوڑا۔ ابتدا" اس پائپ لائن کے ذریعے ایک لاکھ بیس ہزار ٹن تیل برآمد کیا جائیگا جس کی مقدار میں بتدریج اضافہ کیا جائے گا اور توقع ہے کہ آئندہ چند سال کے اندر اندر مذکورہ پائپ لائن کے ذریعے متعدد ملین بیرل تیل روزانہ برآمد کیا جاسکے گا(۱۳)۔ ماسکو --- یوکرین' بالٹک ریاستوں اور بیلا روس کو اپنے زیراثر اور تابع فرمان رکھنے کے لیے تیل اور گیس اور ان کی ترسیل کے روسی نظام (پائپ لائنوں) کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اور یہ صرف اسی وقت ممکن ہو سکے گا جب تیل اور گیس پیدا کرنے

والے ماورائے قفقاز اور وسطی ایشیا کے خطے بدستور روس کے زیر اثر رہیں۔ روسیوں کے پاس اس سلسلے میں تین ہتھیار ہیں۔ اور وہ ان تینوں ہتھیاروں کے استعمال میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کریں گے' روسیوں کا پہلا ہتھیار بحیرہ کیسپین کی قانونی حیثیت کے تعین کا تنازعہ ہے۔ دوسرا ہتھیار تیل کی ترسیل کے لئے روسی پائپ لائنوں پر انحصار ہے۔ اور تیسرا اور سب خطرناک ہتھیار خطے میں برپا تنازعات کے پس منظر میں یہاں تعینات روسی افواج ہیں۔ روس جانتا ہے کہ اقتصادی جنگ میں توانائی ایک مضبوط ہتھیار ہے۔ سابق سوویت ریاستیں بھی روسی عزائم سے بخوبی آگاہ ہیں اور وہ اپنے اقتدار اعلیٰ کی حفاظت کے لئے روسی "توسیع پسندی" کی کوششوں کے خلاف مزاحمت میں مصروف ہیں(۱۴)۔

یہ حقیقت ہے کہ روس ماورائے قفقاز اور وسطی ایشیا میں موجود وسائل توانائی اور خطہ سے وابستہ دیگر مفادات سے باآسانی دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اولاً" وہ ان وسائل توانائی میں حصے داری کا دعویدار ہے۔ ثانیاً" وہ تیل اور گیس کی بیرونی منڈیوں تک ترسیل کے لئے ان ممالک کی موجودہ مرحلے میں روسی پائپ لائنوں پر انحصار کو دوام دینے کی ہر ممکن کوشش کرتا نظر آرہا ہے اور ثالثاً" وہ خطے کی ریاستوں کی خارجہ پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کی زبردست صلاحیت رکھتا ہے۔ روسی افواج کہیں امن کار دستوں اور کہیں دولت مشترکہ کے سرحدی محافظ دستوں کے نام سے خطہ میں تعینات ہیں۔ ماسکو کی کوشش ہے کہ خطہ میں ایسے حالات پیدا کیے جائیں کہ یہ ریاستیں روس کی طفیلی بن کر رہنے پر مجبور ہوں۔ ماورائے قفقاز میں نگورنوکاراباخ کے مسئلہ پر آذربائیجان اور آرمینیا کے درمیان تنازعہ میں روسی کردار' جارجیا اور ابخازیہ کے مابین خانہ جنگی میں روسی مداخلت اور تاجک سرحدوں پر روسی فوجی دستوں کی موجودگی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ ماسکو خطے میں چین' ترکی' (اور کسی حد تک ایران) اور مغربی ممالک سمیت کسی بھی ملک کا براہ راست اثرونفوذ برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہے(۱۵)۔ ماسکو آذربائیجان میں فوجی چھاؤنیوں کے قیام کے ساتھ ساتھ مستقبل میں تیل کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی میں حصہ داری کا بھی خواہاں ہے۔ ترکی میں متعین سابق روسی سفیر اور نائب وزیرخارجہ البرٹ چرنی شیف نے ایک مرتبہ واضح طور پر کہا تھا' "جن آزاد ممالک میں داخلی اور خارجی سلامتی کے تحفظ کے لیے روسی افواج تعینات ہیں' ان ممالک کو اس "روسی رعایت" کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔ آذربائیجان کو روسی امن کاری کے عوض تیل یا اس کی برآمد سے وابستہ آمدن میں روسی شراکت قبول کرنا ہوگی۔" آذربائیجان روس کے عزائم سے بے خبر نہیں ہے۔ چنانچہ جولائی ۱۹۹۴ء

میں آذری حکومت اور پارلیمنٹ نے روسی "امن منصوبوں" پر سخت نکتہ چینی کی تھی۔ آذربائیجان شاکی ہے کہ روس نے آذری سرزمین کو اپنی فوجی چھاؤنیوں میں بدل دیا ہے اور اس کے وسائل توانائی کو اپنی گرفت میں لینے کی کوششوں میں مصروف ہے(۱۶)۔ آذری قیادت سمجھتی ہے کہ روسی وزارت خارجہ موجودہ آذری حکومت کے خلاف سازشوں کا جال پھیلا رہی ہے۔ آذریوں کے بقول روسی وزارت خارجہ اس بات کے لیے کوشاں ہے کہ تہتر سالہ حیدر علیف کو زیادہ عرصہ تک آذربائیجان کے اقتدار پر مسلط نہ رہنے دیا جائے کیونکہ ان کی آذربائیجان کے اقتدار سے کنارہ کشی لازماً" آذربائیجان میں داخلی سیاسی بحران کو جنم دے گی۔ جس کے نتیجے میں نگورنو کاراباخ کے تنازعہ پر آذربائیجان کو آرمینیا کے خلاف دوبارہ جنگ میں دھکیلنا روس کے لیے نسبتاً" زیادہ آسان ہوگا۔ آذربائیجان اور آرمینیا کے درمیان مستقبل کی یہ جنگ روس کو مداخلت کے مواقع فراہم کرے گی۔ نتیجتاً" ماسکو کو باکو کی داخلہ اور خارجہ پالیسیوں کے علاوہ اس کے اقتصادی شعبے میں بھی موثر عمل دخل حاصل کرنے کے زیادہ بہتر مواقع دستیاب ہوجائیں گے۔ اگر ایسا نہ بھی ہو سکا تو ممکن ہے اس جنگ کے نتیجے میں آذربائیجان "اسلامی بنیاد پرستی" کی گود میں جاگرے۔ ایسی صورت میں بنیاد پرست آذربائیجان کا فطری حلیف ایران ہوگا جو کسی حد تک روس کا دوست ہے اور اس کی مغرب سے کسی طور نہیں بنتی ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ ایران اور آذربائیجان کے درمیان (کسی حد تک سرد) تنازعہ موجود ہے جو کسی بھی وقت دھماکہ خیز صورت حال اختیار کر سکتا ہے۔ بعض آذری حلقوں کا دعویٰ ہے کہ ایران میں شامل وسطی آذربائیجان کے علاقے آذربائیجان کا حصہ ہیں۔ البتہ روس کے لیے قدرے اطمینان بخش بات یہ ہے کہ روس کی طرح ایران بھی خطہ میں مغربی ممالک کی تازہ ترین پیش رفت کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے(۱۷)۔ روسی حصار سے چھٹکارہ پانے کے لیے آذربائیجان اپنی خارجہ پالیسی کا ازسرنو جائزہ لے رہا ہے۔ ۹۴-۱۹۹۳ء میں آذری صدر حیدر علیف ترکی کے ساتھ تعلقات کو فروغ دینے میں کافی حد تک کامیاب ہوئے - دوسری طرف امریکہ اور آذربائیجان کے مابین تعلقات میں گرم جوشی دیکھنے میں آرہی ہے۔ ۳۰ جولائی ۱۹۹۷ء کو صدر حیدر علیف امریکی صدر بل کلنٹن کی دعوت پر امریکہ کا دورہ بھی کر چکے ہیں۔

عالمی طاقتیں : اقتصادی مفادات کی جنگ

بحیرہ کیسپین کے وسائل توانائی بالخصوص تیل اور گیس پر قبضہ کرنے کے لیے امریکہ' فرانس'

برطانیہ اور دیگر مغربی تیل کمپنیوں کی روس (اور ایران) کے ساتھ بھرپور کشمکش جاری ہے۔ خطہ میں اپنا اثر و نفوذ بڑھانے کے لیے ماضی میں بھی برطانیہ اور روس "گریٹ گیم" کے نام سے ایک دوسرے کے خلاف خفیہ جنگ لڑتے رہے ہیں۔ شاہراہ ریشم کی گذرگاہوں پر تسلط کے لیے برطانیہ اور روس کے مابین ایک سو سال تک یہ جنگ جاری رہی۔ شاہراہ ریشم کے علاقوں میں اثر و نفوذ اور یہاں کے حکمرانوں کو زار روس کے خلاف اتحادی بنانے کے لیے برطانیہ نے اپنے کارندوں کو خطہ میں پھیلایا۔ دوسری طرف روسی بھی اس قسم کی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ دونوں بڑی طاقتوں کے درمیان یہ سرد جنگ تجارتی منڈیوں میں اپنا اثرورسوخ بڑھانے اور سامان تجارت کی ترسیل کی گذرگاہوں پر کنٹرول کے لیے لڑی جاتی رہی ہے۔ تاہم موجودہ دور میں روس اور امریکہ و برطانیہ سمیت دیگر متعدد مغربی ممالک کے مابین تازہ ترین کشمکش کا باعث تیل اور گیس کی دولت ہے۔ مغربی ممالک کو یقین ہے کہ بحیرہ کیسپین میں اتنی مقدار میں تیل کے ذخائر موجود ہیں جو مشرق وسطیٰ کے ذخائر کا نعم البدل ثابت ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں خطے پر مضبوط گرفت کے نتیجے میں مغربی ممالک کو مستقبل میں تیل کی ضروریات کو پورا کرنے لیے خلیج کی اسلامی ریاستوں پر انحصار سے بھی چھٹکارہ مل جائے گا۔(۱۸)۔

تیل کی تلاش کا زیادہ تر کام بحیرہ کیسپین کے آذری سواحل پر ہو رہا ہے اور اس میں شک نہیں کہ آذربائیجان بھی مسلم ملک ہے مگر مغرب کو یقین ہے کہ وہ اپنے سرمائے کے بے دریغ استعمال اور بھر پور سفارتی کوششوں کے ذریعے آذربائیجان کو نہ صرف "مغربیانے" (Westernization) میں کامیاب ہو جائے گا بلکہ اسے جنوب کی سمت پھیلتے ہوئے ایرانی اثرات کے مقابلے کے لیے بھی تیار کرسکے گا۔ ان ممالک کا خیال ہے کہ گیس اور تیل کی تلاش، اخراج اور ان کی ترسیل کے لئے نئی پائپ لائنوں کی تعمیر کے لئے اپنی تیل کمپنیوں کے ذریعے کی جانے والی ۴۵ بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کے نتیجے میں وہ سرکش چیچن اور آذری باشندوں کو رام کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔(۱۹) اس مقصد کے لیے برطانیہ آذربائیجان کے ساتھ تعلقات کو فروغ دینے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ باکو میں برطانیہ اور آذربائیجان کے باہمی اشتراک سے مختلف نمائشوں کا انعقاد کیا جارہا ہے۔ برطانیہ آذربائیجان کے ساتھ ماضی میں کئے جانے والے "احسانات" ایک ایک کرکے گنوانے میں مصروف دکھائی دیتا ہے۔ برطانیہ آذربائیجان کو باور کروارہا ہے کہ ۱۹۱۳ء میں برطانوی انجینئروں کی شبانہ روز کوششوں کے نتیجے میں باکو کے شہریوں کو پہلی بار پہاڑوں سے پانی فراہم کیا گیا تھا اور برطانوی فوجی دستوں کی بدولت ہی

جرمن اور ترک دستوں کا سرزمین آذربائیجان سے انخلا ممکن ہو سکا تھا۔ البتہ برطانیہ اس سارے تذکرے کے دوران باکو شہر سے ۱۹۱۸ء میں اپنے فوجی دستوں کے ذلت آمیز انخلا کی داستان کو فراموش کرلیتا ہے۔ باکو سے برطانوی فوج کے انخلا کی روداد کو ایک آذری مصنف اسد بے نے اپنی کتاب "مشرق میں خون اور تیل" میں یوں نقل کیا ہے:

> پارلر کاروں کی ایک ٹرین کو برطانوی فوجی افسروں کے لیے مختص کیا گیا تھا۔ ٹرین کی آخری دو کاروں کو برطانوی افسروں کی بیویوں کے لیے مخصوص کیا گیا۔ جبکہ ان کے شوہر پہلی والی کار میں جا بیٹھے۔ اچانک سیٹی کی آواز گونجی اور ٹرین یورپ کے سفر پر روانہ ہو گئی۔ لیکن آخری دو کاروں کے بغیر جو بدستور ٹریکوں پر کھڑی رہیں۔ بے چاری عورتیں غصہ اور شرم کی ملی جلی کیفیت سے دوچار تھیں۔ انہیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ کیا کریں۔ بعد میں صرف ایک آفیسر ہی اپنی بیوی سے ملنے واپس آذربائیجان آیا(۲۰)۔

بحیرہ کیسپین کے آذری، قازق اور ترکمن سواحل میں موجود تیل کے ذخائر کی عالمی (مغربی) منڈیوں تک ترسیل کے لیے پائپ لائنوں کی تعمیر کن علاقوں میں کی جائے؟ یہ سوال ایک بہت بڑے تنازعے کی شکل اختیار کرچکا ہے۔ روس چاہتا ہے کہ تیل کی ترسیل روسی پائپ لائنوں کے ذریعے بحیرہ اسود پر اسکی بندرگاہوں تک ہو جہاں سے آگے ٹینکروں کے ذریعے اسے عالمی منڈیوں تک پہنچایا جائے۔ مغرب اور خاص طور پر امریکہ تیل کے ان ذخائر کی ترسیل کے لیے ایک بڑی اور نئی پائپ لائن کی تعمیر پر زور دے رہے ہیں جو قازقستان سے ترکمنستان تک اور وہاں سے بحیرہ کیسپین کی تہہ میں آذری سواحل تک بچھائی جائے گی۔ آذری دارالحکومت باکو سے بحیرہ کیسپین کے ان تینوں ساحلی ممالک کے تیل کو ایک اور بڑی برآمدی پائپ لائن (main export pipeline) کے ذریعے ترکی کے بحیرہ روم پر واقع بندرگاہ سیحان (یاجیحان) تک پہنچایا جائے گا۔ یہ نئی پائپ لائن آذربائیجان سے جارجیا کے راستے ترکی تک بچھائی جائے گی۔ دوسری طرف ایرانی حکومت مغربی تیل کمپنیوں کے کنسورشیم کو ایران کے راستے خلیج فارس تک نئی پائپ لائن بچھانے کے لیے قائل کرنے کی کوشش کررہی ہے۔ ایرانی جارجیا کے راستے ترکی تک پائپ لائن کی تعمیر کو ایک مضحکہ خیز منصوبہ قرار دے رہے ہیں۔ ان کے مطابق پائپ لائن کے لیے ایرانی روٹ سب سے کم ترین فاصلہ پر مشتمل ہوگا۔ ایران کی سادہ ترین دلیل یہ ہے کہ "ان کے ہاتھ بحیرہ کیسپین میں ہیں اور انکی ٹانگیں خلیج فارس میں"۔ امریکہ کے علاوہ بعض دیگر مغربی ممالک ایرانیوں کی دلیل سے متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ بہرحال امریکہ کے لیے ایران بھی روس ہی کی طرح

(یا اس سے کچھ زیادہ) ناقابل اعتبار ہے۔ چنانچہ ان کے لیے نئی پائپ لائن پر ایران کی اجارہ داری فی الحال قابل قبول نظر نہیں آرہی ہے۔

بحیرہ کی تقسیم کا تنازعہ

بحیرہ کیسپین کی تقسیم کے مسئلہ پر بحیرہ کے پانچوں ساحلی ممالک کے مابین تنازعہ پایا جاتا ہے۔ آذربائیجان اور قازقستان کا موقف ہے کہ بحیرہ کو قومی سیکٹروں میں تقسیم کیا جائے اور جس ملک کے ساحل پر جو ذخائر پائے جاتے ہیں وہ اسی کی ملکیت تصور کیے جائیں۔ جبکہ دیگر تینوں ممالک روس، ایران اور ترکمنستان کا دعویٰ ہے کہ بحیرہ کیسپین پانچوں ساحلی ممالک کی مشترکہ ملکیت ہے اور اس میں موجود وسائل توانائی اور دیگر قدرتی ذخائر کی مساوی بنیادوں پر تقسیم عمل میں لائی جائے گی(۲۱)۔ بحیرہ کیسپین کی سیکٹروں کی بنیاد پر تقسیم کی روسی مخالفت اس خط سے بھی عیاں ہے جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ یہ خط ۱۸ اپریل ۱۹۹۴ء کو برطانوی حکومت کے نام لکھا گیا۔ خط میں ماسکو نے آذربائیجان اور برطانیہ کے مابین تعاون کے ایک سمجھوتے کے بعض جملوں پر سخت احتجاج کیا۔ بالخصوص اس سمجھوتے میں "آذربائیجان کے سیکٹر" کے الفاظ کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ روسی حکومت نے واضح طور پر کہا کہ "بحیرہ کیسپین کی سیکٹروں کی بنیاد پر تقسیم اس کے لیے قطعاً ناقابل قبول ہے"۔ کیسپین کے بارے میں روسی (اور ایرانی و ترکمن) موقف کے مطابق "بحیرہ کیسپین خشکی میں گھرا ہوا بحیرہ ہے جس کا ماحولیاتی نظام یکساں ہے اور اسے مشترکہ طور پر استعمال میں لایا جانا چاہیے۔ وسائل توانائی کے اخراج سمیت بحیرہ میں انجام دی جانی والی تمام دیگر سرگرمیوں کے بارے میں ساحلی ممالک کی شرکت سے ہی فیصلہ کیا جانا چاہیے(۲۲)۔

بحیرہ کیسپین کے وسائل توانائی اور سواحل کی تقسیم کے دو متوقع فارمولے

فارمولا نمبر۔۱

فارمولا نمبر۔۲

سوویت عہد میں ۱۹۲۰ء کے عشرہ کے دوران خشکی میں گھرے دنیا کے اس سب سے بڑے آبی ذخیرے کو زونوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ بحیرہ کے بعض ساحلی ممالک ابھی تک انھیں بنیادوں پر بحیرہ کی تقسیم کے حق میں ہیں۔ وہ روس (اور ایران و ترکمنستان) کے اس مؤقف کو کہ بحیرہ کیسپین ساحلی ممالک کی مشترکہ ملکیت ہے غیر قانونی اور ناقابل عمل تصور کرتے ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے عشرہ میں کیسپین کی تقسیم کی غرض سے تمام ساحلی ریاستوں (بحیرہ کے ساتھ متصل سابق سوویت جمہوریاؤں) کا سوویت یونین کی متعلقہ وزارت کی سربراہی میں اجلاس ہوا۔ اجلاس میں بحیرہ کے سواحل کی تقسیم بین الاقوامی اصولوں کے مطابق عمل میں لائی گئی۔ اس تقسیم کی رو سے آذربائیجان کو بحیرہ کا ۱۸۰۰ مربع میٹر اور روس کو چونسٹھ ہزار مربع میٹر علاقہ حصہ میں ملا۔ اس عرصہ میں بحیرہ سے متعلق کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قبل سابق سوویت حکومت ساحلی ریاستوں کو اعتماد میں لیتی تھی۔ بحیرہ کیسپین کا ایرانی حصہ حسن قولی - استرا خان لائن پر واقع تھا۔ سوویت حکومت نے کبھی بھی اس علاقہ سے کوئی تعرض نہ کیا۔ یہ تقسیم صحیح تھی یا غلط' بہرحال اس وقت کسی بھی جانب سے اس تقسیم پر کوئی علانیہ اعتراض سامنے نہیں آیا۔ تاہم ایران نے یہ عندیہ دیا ہے کہ تہران کی اس وقت کی خاموشی کو ایران کی رضا مندی پر محمول نہ کیا جائے۔ ایرانیوں کے مطابق سابق سوویت یونین کے مقابلے میں ایک کمزور فریق کی حیثیت سے اس پر اس تقسیم کو مسلط کیا گیا تھا۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۷۰ء کے عشرہ میں ہونے والی بحیرہ کی یہ تقسیم اب تک نافذالعمل رہی ہے(۲۳)۔

بحیرہ کی قانونی حیثیت

بحیرہ کیسپین کی قانونی حیثیت کچھ یوں ہے کہ ماضی میں یہ بحیرہ صرف دوممالک سوویت یونین اور ایران کے مابین واقع تھا۔ اب سوویت یونین کا شیرازہ بکھرنے کے بعد بحیرہ کے سواحل پر تین مزید ریاستیں ترکمنستان' قازقستان اور آذربائیجان بھی نمودار ہو گئی ہیں۔ ۲۶ فروری ۱۹۲۱ء کو سوویت یونین اور ایران کے درمیان معاہدہ دوستی پر دستخط ہوئے تھے۔ سوویت حکومت نے اس سے قبل تہران اور زار شاہی روس کے مابین طے پانے والے تمام معاہدات اور سمجھوتوں کو کالعدم قرار دے دیا تھا۔ بحیرہ کیسپین سے متعلق روس (سوویت یونین) کو دی گئیں خصوصی اور امتیازی مراعات واپس لے لی گئیں۔ ۱۹۲۱ء کے اس معاہدہ کے تحت بحیرہ میں کشتی رانی اور جہازرانی سے متعلق سوویت یونین اور ایران کے مساوی حقوق کو تسلیم کیا گیا(۲۴)۔ ۱۹۲۷ء میں

دونوں ممالک کے مابین عدم جارحیت اور غیر جانبداری کے معاہدہ کے ذریعے ۱۹۲۱ء کے معاہدہ کی ایک بار پھر توثیق کی گئی۔ اس معاہدہ کے تحت دونوں ممالک نے "علاقائی پانیوں" کی مشترکہ طور پر حفاظت کرنے پر اتفاق کیا(۲۵)۔ ۱۹۴۰ء میں سابق سوویت یونین اور ایران کے مابین تجارت و جہازرانی کے ایک اور معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدہ کے تحت بحیرہ میں دونوں ممالک کی کشتی رانی سے متعلق علاقائی حدود اور بحیرہ میں واقع بندرگاہوں کی (قانونی) حیثیت کا تعین کیا گیا۔ ۲۵ مارچ ۱۹۴۰ء کے معاہدہ کے تحت سوویت یونین اور ایران کے تجارتی جہازوں کے لیے ایک دوسرے کی بندرگاہیں قومی حیثیت کا درجہ رکھتی تھیں۔ یہ حقائق اس امر کا واضح اظہار ہیں کہ ماضی میں بحیرہ صرف دو ممالک کے مابین واقع ہونے کی وجہ سے منفرد قانونی حیثیت رکھتا تھا۔ تاہم بحیرہ کی اس حیثیت کو بین الاقوامی قانونی برادری نے تسلیم نہیں کیا(۲۶)۔

دسمبر ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کے بکھرنے کے بعد بحیرہ کیسپین کی قانونی حیثیت بھی پہلے والی نہیں رہی ہے۔ اب دو کی جگہ پانچ ساحلی ممالک نمودار ہو چکے ہیں(۲۷)۔ بحیرہ کیسپین کی قانونی حیثیت اور اس میں موجود قدرتی وسائل کی تقسیم جیسے نازک مسائل حل کرنے کے لئے اس ساحلی ممالک کی ایک تنظیم (The Organization of the Caspian Sea Littoral States) ۱۹۹۲ء میں قائم کی گئی۔ اس تنظیم کا ہیڈ کوارٹر تہران میں ہے اور اس کا وزارتی کمیشن بحیرہ سے متعلق تمام متنازعہ امور کے تصفیہ کے لئے کوشاں ہے(۲۸)۔

پائپ لائن سیاست

بحیرہ کیسپین میں موجود وسائل توانائی کی ملکیت کی متنازعہ حیثیت اور بحیرہ سے نکالے جانے والے تیل کی بین الاقوامی منڈیوں تک ترسیل کے لیے پائپ لائنوں کی تعمیر کے منصوبے دو ایسے عوامل ہیں جنھوں نے بحیرہ کو عالمی توجہ کا مرکز بنا دیا ہے۔پائپ لائنوں کی تعمیر اتنی اہمیت اختیار کر چکی ہے کہ بحیرہ کے وسائل توانائی پر کس کی کتنی ملکیت ہے' جیسا بنیادی معاملہ قریب قریب پس منظر میں چلا گیا ہے(۲۹)۔

آذربائیجان بین الاقوامی منڈیوں کو تیل فراہم کرنے والا خطے کا پہلا ملک ہے۔ قازقستان بھی تینگز آئل فیلڈ سے سات لاکھ بیرل تیل پیدا کرنے کے منصوبوں پر غور کر رہا ہے۔ یہ تمام تیل سردست دو پائپ لائنوں کے ذریعے سپلائی کیا جائے گا۔ ان میں ایک پائپ لائن کے ذریعے آذربائیجان سے بحیرہ اسود پر واقع روسی بندرگاہ نوروسیسک تک تیل سپلائی ہوگا جس کی لمبائی تیرہ

سو کلو میٹر ہے جبکہ دوسری آذربائیجان سے جارجیا کے راستے بحیرہ اسود تک بچھائی گئی ہے۔ یہ پائپ لائن ۹۵۰ کلو میٹر طویل ہے۔ ۲۰۱۰ء تک ۲۶۵ ملین بیرل تیل کی ترسیل کے لیے ایک تیسری پائپ لائن کی تعمیر کا منصوبہ بھی زیر غور ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ اس پائپ لائن کی تعمیر کے لیے کون سا راستہ اختیار کیا جائے گا؟ اس کا دارومدار مغربی تیل کمپنیوں پر ہے۔ یہ حقیقت اب کسی سے پوشیدہ نہیں رہی ہے کہ مغربی اور خاص طور پر امریکی تیل کمپنیاں روسی اثر و نفوذ سے ماوراء خطوں میں نئی پائپ لائنوں کی تعمیر چاہتے ہیں۔ ان مغربی کمپنیوں کی حتی الامکان کوشش ہوگی کہ نئی پائپ لائنیں روس' ایران اور بحیرہ اسود کے راستے سے ہٹ کر تعمیر کی جائیں۔ دراصل مغرب یہ سمجھتا ہے کہ جن ممالک کا پائپ لائنوں پر تصرف و تسلط ہوگا انہی کو تیل کی پیداوار پر بھی اختیار و اقتدار حاصل ہو گا۔ اس کا ثبوت ایک مغربی تیل کمپنی کے اہلکار کے اس بیان سے بھی عیاں ہے جس میں اس نے کہا روس اور ایران کو اس (نئی پائپ لائن) سے جس قدر ممکن ہو سکے دور رکھنے کی کوشش کی جائے گی

دوسری طرف ماسکو کا خیال ہے کہ اگر روس کی اپنے "قریبی بیرون" (آزاد ممالک کی دولت مشترکہ میں شامل سابق سوویت ریاستوں) پر گرفت ڈھیلی پڑجاتی ہے تو مغرب ان پر اپنی گرفت مضبوط کرلے گا۔ ماسکو کو یہ خطرہ لاحق ہے کہ اگر "آزاد ممالک کی دولت مشترکہ" کے وسائل توانائی سے متعلق پالیسیوں پر روس کا عمل دخل ختم ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ روس اپنے ہی وفاق کے ۸۹ خود مختار "علاقوں" پر بھی گرفت قائم نہیں رکھ سکے گا۔ اور بالاخر روس کو ایک بار پھر "گریٹ گیم" میں دھکیل دیا جائے گا(۳۰)۔ چنانچہ روس چاہتا ہے کہ سابق سوویت ریاستوں میں وسائل توانائی کے اخراج اور بین الاقوامی منڈیوں تک ان کی برآمد کے لیے ماسکو کے برتر حق کو تسلیم کیا جائے۔ روس ایسا کیوں چاہتا ہے؟ اس کی وجوہات سادہ بھی ہیں اور پیچیدہ بھی۔ سادہ ترین وجہ یہ ہے کہ بحیرہ کیسپین سے یورپ تک دس یا اس سے زائد پائپ لائنوں کی تعمیر کے منصوبوں پر غور ہورہا ہے۔ چونکہ ان تمام مجوزہ پائپ لائنوں کی تعمیر مغربی تیل کمپنیوں پر مشتمل کنسورشیم کے ذمہ ہوگی اور روس کو پائپ لائنوں کی تعمیر کے عمل سے باہر رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی' اس لیے بڑی منڈیوں میں روس کی ساکھ متاثر ہوگی۔ یہاں تیل اور گیس نکالنے کی ایسی دوڑ شروع ہوگی جو آذربائیجان کو "ایک دوسرے کویت" قازقستان کو "ایک دوسرے سعودی عرب" اور ترکمنستان کو "ایک دوسرے قطر" میں تبدیل کردے گی۔ جبکہ خطہ کے وسائل توانائی پر ماسکو کے برتر حق کو تسلیم کیے جانے کی روسی خواہش کی پیچیدہ ترین وجوہات

میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں تیل کی دوڑ شروع ہونے کے نتیجے میں روسی فیڈریشن کے اندر واقع وسائل توانائی اور قدرتی دولت سے مالامال خود مختار خطوں میں "آزادی" کا رجحان فروغ پا سکتا ہے۔ انہیں خدشات کی طرف ماسکو کے ایک پالیسی ساز نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

> ایسے روس کا تصور کیجئے جسے بغاوت پر کمربستہ وحدتوں کے "پرشورش ڈھیر" میں بدل دیا جائے گا اور جسے امریکہ اور مغربی یورپ کی نوآبادیات نے گھیر رکھا ہوگا۔ اب تک وسائل توانائی کی پیداوار اور اس کی ترسیل کرنے والے دنیا کے سب سے بڑے ملک کی حیثیت سے روسی فیڈریشن، ماسکو کو یورپ اور بحرالکاہل کے درمیان انتہائی اہم پل کی حیثیت سے پیش کرتی رہی ہے۔ ماسکو اس وقت تک اپنی اس حیثیت کو برقرار رکھنا چاہتا ہے جب تک کہ اس کے معاشرتی و اقتصادی ڈھانچے اس حد تک ترقی نہیں کرپاتے کہ وہ مغرب اور مشرق دونوں کو براہ راست وسائل توانائی برآمد کرسکے(۳۱)۔

سلاؤ اور ایشیائی نسل کے باشندوں پر مشتمل وفاق کی حیثیت سے روسی فیڈریشن تاہنوز جوہری طاقت کے اعتبار سے امریکہ کی ہم سری کرتی ہے۔ روس جوہری طاقت میں امریکہ سے برابری اس وقت تک برقرار رکھنا چاہتا ہے جب تک کہ وہ معاشرتی اور اقتصادی ترقی کے شعبوں میں بھی امریکہ کے قریب نہیں پہنچ جاتا ہے(۳۲)۔

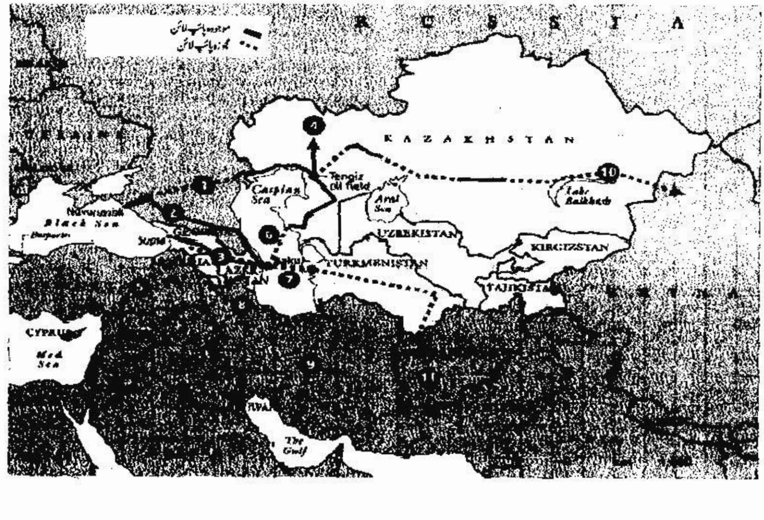

حواشی

ا۔ دیکھئے ایم - اے - موحدی' "A Brief Look at the Legal Regime of the Caspian Sea," ' انسٹی ٹیوٹ فار پولٹیکل اینڈ انٹرنیشنل اسٹڈیز (آئی پی آئی ایس) اور انسٹی ٹیوٹ فار انٹرنیشنل انرجی اسٹڈیز (آئی آئی ای ایس) تہران (ایران) کی کتاب' Oil and Gas Prospects in the Caspian Region میں (۱۹۹۵ء میں تہران میں منعقد کانفرنس کی کارروائی)' ص ۵۶-۸۰

۲۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا' (زیر اندراج کیسپین')

۳۔ ایم حسینی'"Caspian Sea : Prospect For Development" ' آئی پی آئی ایس اور آئی آئی ای ایس بحوالہ بالا' ص ۱۱۸-۱۲۷

۴۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا' بحوالہ بالا - نیز دیکھئے' اردو دائرہ معارف اسلامیہ' جلد۸' ص ۹۲۲-۹۲۸' (زیر اندراج خذر')' خذر قبائل اور ان کی مملکت کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے دیکھئے : ڈی - ایم ڈنلوپ' The History of Jewish Khazars ' پرنسٹن یونیورسٹی پریس' ۱۹۵۹ء

خذر قبائل نے کیسپین کے شمال میں اپنی مملکت قائم کی تھی اور دریائے وولگا / یورال کے مغربی کنارے ان کا دارالحکومت (اتل) واقع تھا۔ واضح رہے کہ اتل دریائے وولگا کا ترکی نام ہے۔ کیسپین قبائل بحیرہ کے جنوب میں (ایرانی علاقوں) میں آباد تھے اور علاقے میں آریوں کی آمد (تقریباً" ایک ہزار سال قبل مسیح) سے قبل یہاں کے اصل باشندے تھے۔ مشہور ایرانی شہر قزوین (جس کی مناسبت سے بعض لوگ' خصوصاً" عرب' بحیرہ کو بحیرہ قزوین کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں) کا نام بحیرہ کے جنوبی سواحل پر آباد کیسپ قبائل ہی کی مناسبت سے ہے۔

یہاں ایک عجیب تضاد یہ ہے کہ بحیرہ کے شمال میں آباد روسی بحیرہ کو اس کے جنوب میں آباد قبائل کیسپ کی مناسبت سے کیسپین کہتے ہیں' جبکہ بحیرہ کے جنوب میں آباد ایرانی اسے اس کے شمال میں آباد خذر قبائل کی مناسب سے بحیرہ خذر کا نام دیتے ہیں جو شاید اس بات کی دلیل ہے کہ زمانہ قدیم سے بحیرہ کے دونوں جانب آباد قبائل بحیرہ کو مشترکہ ملکیت سمجھتے تھے۔ اور یہ بات بظاہر بحیرہ کے ساحلی ممالک کی مشترکہ ملکیت ہونے سے متعلق ایرانی اور روسی موقف کی تائید کرتی ہے۔

۵۔ ہادی منافی'"Challenges and Prospects Contents"' آئی پی آئی ایس اور آئی آئی

ای ایس بحوالہ بالا۔

۶۔ ایضاً

۷۔ دیکھئے : ڈیوڈ جے لانچ "Drillers Seek Fortune in Oil-rich Azerbaijan" روزنامہ فرنٹیئر پوسٹ، ۱۳ نومبر ۱۹۹۷ء

۸۔ ایم حسینی، بحوالہ بالا، ص ۱۱۸-۱۲۷

۹۔ دیکھئے نجم عباس، "کیسپین لیک میں حصوں کے حصول کی کشمکش" (عربی)، ہفت روزہ قضایا دولیہ، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد شمارہ : ۲۶۰، ۲۶ دسمبر ۱۹۹۵ء

۱۰۔ دیکھئے : سٹیفن بلانک 'Russia's Real Drive to the South' Orbis، گرما، ۱۹۹۵ء

۱۱۔ دیکھئے جیمز میک "US, Russia, Iran Battle for Caspian Oil Riches"، روزنامہ ڈان، کراچی، یکم جون، ۱۹۹۵ء۔

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ دیکھئے : ڈیوڈ ہوفمان "Oil Starts Flowing From Caspian to the West"، روزنامہ ڈان، کراچی، ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۲ء۔

۱۴۔ سٹیفن بلانک "Energy and Security in Trans - Caucasia"، جرنل آف مسلم منارٹی افیرز، جلد ۱۶، نمبر ۲، ۱۹۹۶ء۔

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ دیکھئے : "The Combustible Caspian"، دی اکنامسٹ، جنوری، ۱۹۹۷ء

۱۸۔ میگی او کان، "Britain Ahead of US, France and Russia in Race for Caspian Sea oil"، ڈان، ۱۴ نومبر ۱۹۹۷ء

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ ولادیمیر تورا چیف، "Caspian oil : Geopolitical Realities and Securty Problems in Centrel Asia Region"، (یہ مقالہ ایریا سٹڈی سنٹر پشاور یونیورسٹی میں منعقدہ کانفرنس "وسطی ایشیا کی نئی ریاستیں" میں پڑھا گیا) پشاور، ۲۴-۲۶ مارچ ۱۹۹۶)

۲۲۔ ڈبلیو ای بٹلر، "Legal Aspects of the Caspian Sea"، آئی پی آئی ایس اور آئی آئی

ای ایس' بحوالہ بالا۔

۲۳۔ خوش بخت یوسف زادہ' "Outlook for the Oil and Gas Development in the Region" ' آئی پی آئی ایس اور آئی آئی ای ایس ایضاً"۔ (واضح رہے خوش بخت یوسف زادہ آذربائیجان کی قومی تیل کمپنی کے سربراہ ہیں۔)

۲۴۔ ڈبلیو ای بٹلر' بحوالہ بالا۔

۲۵۔ ایضاً"

۲۶۔ ایضاً"

۲۷۔ ایضاً"

۲۸۔ دیکھئے : محمد الیاس خان' "ایران اور سابق سوویت ریاستیں" سہ ماہی وسطی ایشیا کے مسلمان' جلد ۶' شمارہ : ۱'۱۹۹۸ء۔

۲۹۔ ایضاً"

۳۰۔ پیرے شمس' "The Prospects for Oil and Gas Pipelines in the CIS" ' آئی پی آئی ایس اور آئی آئی ای ایس' بحوالہ بالا۔

۳۱۔ ایضاً"

۳۲۔ ایضاً"